حسبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر
۱۳۳۴ھ
ابرِ باراں کا عطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں
تصنیفِ لطیف
اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت،
امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

# فتوٰی مسمّٰی بہ

## ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر[۱۳۳۴]

## ابرِ باراں کا عطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

**مسئلہ ۵۴** ۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آبِ کثیر کے لیے جو مثلِ جاری نجاست قبول نہ کرے کتنا عمق درکار ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھلے اس سے چُلّو مراد ہے یا لپ ، بیّنوا توجروا۔



## الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اُس کے عمق میں گیارہ قول ہیں :

(۱) کچھ درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ اُتنی مساحت میں زمین کہیں کُھلی نہ ہو۔

(۲) بڑا درہم کہ ۴۰ ماشے ہوتا ہے اُس کے عرض سے کچھ زیادہ گہرا ہو۔

(۳) اُس میں سے پانی ہاتھ سے اُٹھائیں تو زمین کُھل نہ جائے۔

(۴) پانی لینے میں ہاتھ زمین کو نہ لگے۔

**اقول** یہ اپنے سابق سے زائد ہے کما لایخفی۔

(۵) ٹخنوں تک ہو۔

(۶) چار اُنگل کشادہ

اقول یہ تقریباً نو انگل یعنی تین گرہ ہوا۔

(۷) ایک بالشت

(۸) ایک ہاتھ

(۹) دو ہاتھ

(۱۰) سفید سکہ اس میں ڈال کر مرد کھڑے سے دیکھے تو روپیہ نظر نہ آئے۔

اقول یعنی پانی کی کثرت سے نہ کہ اس کی کدورت سے۔

(۱۱) اپنی طرف سے کوئی تعیین نہیں ناظر کی رائے پر موقوف ہے۔

اقول یعنی جو جتنے گہراؤ پر سمجھے کہ آب کثیر ہوگیا! اس کے حق میں وہ کثیر ہے دوسرا نہ سمجھے تو اس کے لیے قلیل ہے۔

اقول وھو غیر الاول فھو سلب التقدیر وھذا تفویضہ الی رأی المبتلی بہ و بالجملۃ فالاول حکم العدم وھذا عدم الحکم فانقلت انما التفویض فی ظاھر الروایۃ فی الطول والعرض اذ بھما الخلوص وعدمہ وفیم یفوض الیہ النظر فی العمق۔

میں کہتا ہوں وہ اول کا غیر ہے تو وہ سلب تقدیر ہے، اور یہ اُسی شخص کی رائے کی طرف سپرد کرنا ہے جو اس میں مبتلا ہو، اور خلاصہ یہ ہے کہ پہلا حکمِ عدم ہے اور یہ عدمِ حکم ہے۔ تو اگر تم کہو کہ تفویض ظاہر روایت میں صرف طول وعرض میں ہے کیونکہ انہی دونوں سے خلوص اور عدمِ خلوص کا علم ہوتا ہے تو عمق میں اس کی رائے کی طرف کیونکر سپرد کیا جائے گا۔ (ت)

اقول اختلفوا فی معیار عدم الخلوص ھل ھو التحریک وھی الروایۃ المتفقۃ عن اصحابنا ام الصبغ وھو قول الامام ابی حفص الکبیر البخاری ام التکدیر وھو قول الامام ابی نصر محمد بن محمد بن سلام ام المساحۃ وھو قول الامام ابی سلیمٰن الجوزجانی الکل فی البدائع ولا شك ان التکدیر یختلف باختلاف العمق فلعل ھذا القائل قائل بھذا القول۔

میں کہتا ہوں عدمِ خلوص کے معیار میں اختلاف ہے کہ آیا وہ تحریک ہے اور یہی متفقہ روایت ہمارے اصحاب کی ہے، یا صرف رنگنا ہے اور یہی قول امام ابوحفص الکبیر بخاری کا ہے، یا گدلا کرنا ہے، اور یہ امام ابونصر محمد بن محمد بن سلام کا ہے، یا مساحت ہے اور یہ امام ابوسلیمان الجوزجانی کا قول ہے۔ یہ تمام تفصیل بدائع میں ہے، اور اس میں شک نہیں کہ گدلا کرنا گہرائی کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، اور غالباً یہ قائل اسی قول کا طرفدار

فغوضه الی رای الناظر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مائل ہے اور اسی لیے انھوں نے اس معاملہ کو دیکھنے والوں کی رائے کی طرف سپرد کیا ہے۔ (ت)

ان میں قول سوم عامۂ کتب میں ہے اور اوّل و دوم وہفتم وہشتم بدائع وتبیین وفتح میں نقل فرماتے اور چہارم خانیہ وغنیہ پنجم جامع الرموز ششم غنیہ نیز مثل نہم ویازدہم قہستانی ونہم شرح نقایہ برجندی ہیں۔ ان میں صرف دو قول مصحح ہیں اوّل وسوم وبس۔

اما ما رأیت فی جواھر الاخلاطی من قوله جمع الماء فی خندق له طول مثلا مائة ذراع وعرضه ذراع او ذراعان فی جنس ھذہ المسألة اقوال فی قول یجوز التوضی منه بغیر فصل وھو الماخوذ وفی قول لو وقعت فیه نجاسة یتنجس من طوله عشرة اذرع وفی قول ان کان الماء مقدار ما لو جعل فی حوض عرضه عشرة فی عشرة ملئ الحوض وصار عمقه قدر شبر یجوز التوضی به والا فلا وھو الصحیح تیسیرا للامر علی الناس وقیل لا یجوز التوضی فیه وان کان من بخاری الی سمرقند[1] اھ

جواہر الاخلاطی میں ہے کہ کسی شخص نے کسی خندق میں پانی جمع کیا جس کا طول سو ہاتھ اور چوڑائی ایک ہاتھ یا دو ہاتھ ہو، تو اس مسئلہ میں چند اقوال ہیں؛ ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے وضو مطلقاً جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ لمبائی میں دس ہاتھ ناپاک ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں اتنا پانی ہے کہ اگر اس کو ایک ایسے حوض میں کر لیا جائے جس کی چوڑائی دہ در دہ ہو تو حوض بھر جائے، اور اس کی گہرائی ایک بالشت ہو، تب تو اس سے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی صحیح ہے کہ اس میں لوگوں پر آسانی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں اگرچہ وہ بخارا سے سمرقند تک ہو اھ۔ (ت)

فاقول قوله ھو الصحیح ناظر الی اعتبار المساحة وحدھا من دون اشتراط الامتدادین وبه یوافق تصحیحه الاول بقوله ھو الماخوذ لا الی اشتراط عمق شبر والدلیل علیه قول البرجندی قال

میں کہتا ہوں ان کا قول ھو الصحیح صرف پیمائش کو دیکھتے ہوئے ہے، دونوں امتدادوں کی اس میں شرط نہیں، اور اسی کی وجہ سے یہ ان کی پہلی تصحیح کے مطابق ہو جائیگا، وہ فرماتے ہیں یہی ماخوذ ہے، اس میں ایک بالشت کی گہرائی کی

---

[1] جواہر الاخلاطی

الامام ابوبکر الطرخانی اذا لم یکن له عرض
صالح وکان طوله من بخاری الی سمرقند
لا یجوز التوضی منه وقال محمد بن
ابرھیم المیدانی ان کان بحال لو جمع ماؤہ
یصیر عشرا فی عشر وصار عمقه بقدر
شبر جاز التوضی به الکل فی الفتاوی
الظهیریة وذکر فی الخلاصة ان الفقیه
ابا اللیث اخذ به وعلیه اعتماد الصدر
الشهید وفی الملتقط ان کان عرض الغدیر
ذراعین وبلغ طوله فی عرضه عشرا
فی عشر فبال فیه انسان فالماء طاھر[1]
اھ فانما الضمیر فی قوله اخذ به وقوله
علیه اعتماد الی اعتبار المساحة ولو
بالجمع والا لم تکن الحوالة رائجة
لان عبارة الخلاصة فی جنس فی النهر
ھکذا ان کان الماء له طول وعمق ولیس
له عرض کانهار بلخ ان کان بحال لو جمع
یصیر عشرا فی عشر یجوز التوضی به
وھذا قول ابی سلیمان الجوزجانی وبه
اخذ الفقیه ابو اللیث وعلیه اعتماد
الصدر الشهید وقال الامام ابوبکر
الطرخانی لا یجوز وان کان من ھنا
الی سمرقند[2] اھ فلیس فیه ذکر العمق

شرط نہیں اور اس کی دلیل برجندی کا قول ہے "امام
ابوبکر طرخانی نے فرمایا جب اس کی چوڑائی مناسب
نہ ہو اور اس کی لمبائی خواہ بخارٰی سے سمرقند
تک ہو تو اُس سے وضو جائز نہیں"، اور محمد
بن ابراہیم میدانی نے فرمایا اگر حوض اتنا بڑا ہو کہ
اگر اس کا پانی اکٹھا کیا جائے تو وہ دہ در دہ ہو جائے
اور اس کی گہرائی بقدر ایک بالشت ہو تو اس سے
وضو جائز ہے، یہ سب فتاوٰی ظہیریہ سے ماخوذ ہے،
اور خلاصہ میں ذکر کیا کہ فقیہ ابو اللیث نے اسی کو
اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے،
اور ملتقط میں ہے کہ اگر تالاب کی چوڑائی دو ہاتھ ہو
اور اس کی لمبائی چوڑائی میں دہ در دہ ہو اور اس
میں کوئی انسان پیشاب کردے تو پانی پاک ہے اھ
اور ضمیر ان کے قول اخذ به اور علیه میں اعتبار
مساحت کی طرف راجع ہے اگرچہ جمع کے اعتبار سے
ہو ورنہ تو حوالہ رائج نہ ہوتا کیونکہ خلاصہ کی عبارت
جنس فی النہر میں اس طرح ہے کہ اگر پانی کے لیے
لمبائی گہرائی ہو اور چوڑائی نہ ہو جیسے بلخ کی نہریں،
ان میں کا پانی اگر جمع کرلیا جائے تو وُہ دہ در دہ ہو جائے
تو اُس سے وضو جائز ہے اور یہ ابو سلیمان الجوزجانی
کا قول ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے
اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور امام
ابوبکر الطرخانی نے فرمایا جائز نہیں اگرچہ یہاں سے

---

[1] نقایہ برجندی کتاب الطہارت نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

[2] خلاصۃ الفتاوٰی جنس فی الانہار " ۱/۹

اصلا فضلا عن تقدیرہ بشبر کیف والامام الجوزجانی اخذ فی العمق بالقول الاول وھو نفی التقدیر کما قال فی البدائع اما العمق فھل یشترط مع الطول والعرض عن ابی سلیمان الجوزجانی انہ قال ان اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم اعتبروا البسط دون العمق اھ[1] فالمیدانی اخذ بقولہ فی اعتبار المساحۃ دون الامتدادین وزاد من عند نفسہ قدر العمق فنقلاہ فی الجواھر وشرح النقایۃ وذکرا تصحیحہ باعتبار اصلہ مع قطع النظر عن الزیادۃ لان المحل محل الخلافیۃ الاصل لاخلافیۃ العمق واللہ تعالٰی اعلم۔

سمرقند تک ہوا اس میں گہرائی کا سرے سے کوئی ذکر نہیں، چہ جائیکہ ایک بالشت کے اندازے کا ذکر ہو، پھر امام جوزجانی نے گہرائی کے بابت پہلا قول ہی اختیار کیا ہے، جس میں اندازہ کو مطلقًا ترک کیا گیا ہے، بدائع میں فرمایا کہ گہرائی کی بابت سوال یہ ہے کہ اس کو طول و عرض کے ساتھ مشروط کیا جائے گا، ابوسلیمان الجوزجانی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہمارے اصحاب نے چوڑائی کا اعتبار کیا ہے گہرائی کا نہیں، اھ تو میدانی نے پیمائش میں ان کے قول کو لیا ہے کہ دو امتدادوں میں اور اپنی طرف سے انھوں نے گہرائی کی مقدار کا اضافہ کیا، تو ان دونوں نے اس کو جواہر اور شرح نقایہ میں ذکر کیا اور ان دونوں نے اس کی تصحیح اصل کے اعتبار سے کی ہے اور زیادتی سے قطع نظر کیا ہے، کیونکہ یہ محل ہے جس کے اصل میں اختلاف ہے نہ کہ جس کے عمق میں اختلاف ہے، واللہ اعلم (ت)



## قول اول کی تصحیح امام زیلعی نے فرمائی،

قال فی التبیین والصحیح اذا اخذ الماء وجہ الارض یکفی ولا تقدیر فیہ فی ظاھر الروایۃ۔[2]

تبیین میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ جب زمین کی سطح پر پانی پھیل جائے تو وہ کافی ہے ظاہر الروایہ میں کسی مقدار کا ذکر نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ھو الاوجہ لما عرف من اصل ابی حنیفۃ۔[3]

یہی اوجہ ہے جیسا کہ ابوحنیفہ کی اصل سے معلوم ہوا۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس تصحیح کی تضعیف کی فقال قیل والصحیح اذا اخذ

---

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳
[2] تبیین الحقائق بحث عشر فی عشر بولاق مصر ۱/۲۲
[3] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

الماء الأول[1] (وہ فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ جب پانی لے الخ۔ ت)

**اقول** یہاں دو نظریں ہیں ایک بظاہر قوی اس قول کی تزییف میں دوسری کمال ضعیف اس کی تائید میں اور شاید اسی لیے امام ابن الہمام نے اس تصحیح کو ضعیف کیا مگر نظر دقیق اس کی قوت پر حاکم و باللہ التوفیق

**اما التائید** فلعل زاعمایزعم ان الکثیر قد الحق بالجاری فی کل حکم کما حققہ فی الفتح والجاری لاتقدیر فیہ للعمق کما دلت علیہ فروع کثیرۃ منہا مسألۃ المطر النازل علی سطح فیہ نجاسات فکذا ھھنا۔

اور جہاں تک تائید کا تعلق ہے شاید کوئی گمان کرنے والا گمان کرے کہ کثیر کو جاری کے حکم میں کیا گیا ہے تمام احکام میں، جیسا کہ اس کی تحقیق فتح میں ہے اور جاری کی گہرائی میں کوئی معتدار نہیں ہے، اور اس پر فروع کثیرہ دلالت کرتی ہیں ایک فرع ان میں سے یہ ہے کہ بارش چھت پر ہو اور وہاں مختلف نجاستیں ہوں تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

**اقول** ھب ان الکثیر ملحق بالجاری فی جمیع الاحکام لکن الکلام انہ متی یکون کثیرا فلایمکن الالحاق قبل اثبات ان الکثرۃ لاتحتاج الی العمق الاتری ان الجاری لاتقدیر فیہ بشیئ من الطول ولا العرض کما دلت علیہ فروع جمۃ ذکرناھا فی رحب الساحۃ منہا الماء النازل من الابریق علی ید المستنجی قبل وصولہ الیہا ولایلزم منہ عدم التقدیر بہما ھھنا ایضا فکذا العمق واللہ تعالی اعلم **واما التزییف** ففی الراکد الکثیر قولان معتمدان الاول ظاہر الروایۃ وھو اعتبار عدم الخلوص ظنا وتفویضہ الی رأی المبتلی بہ من دون تقدیر بشیئ ومعرف ذلک التحریک عند ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالی

میں کہتا ہوں مان لیا کہ کثیر تمام احکام میں جاری کے ساتھ ملحق ہے لیکن اصل گفتگو تو اس میں ہے کہ وہ کب کثیر ہوگا تو اس کو اس کے ساتھ ملحق کرنا اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ کثرت گہرائی کی محتاج نہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جاری میں طول و عرض کا کوئی اندازہ نہیں، اس پر بہت سی فروع دلالت کرتی ہیں جن کا ذکر ہم نے رحب الساحۃ میں کیا، ایک فرع یہ ہے کہ لوٹے سے پانی استنجا کرنے والے کے ہاتھ پر گرے اس تک پہنچنے سے قبل اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کا اندازہ نہ ہو یہاں بھی، تو عمق کا بھی یہی حال ہے واللہ تعالی اعلم۔ اور تزییف کا بیان یہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں دو معتمد قول ہیں، پہلا ظاہر الروایۃ ہے اور وہ بطور گمان عدم خلوص کا اعتبار ہے اور اس میں کوئی مقدار نہیں بلکہ جو اس

[1] فتح القدیر بحث عشر فی عشر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

عنهم وهو بالتوضی علی الاصح والثانی معتمد عامة المتاخرین وعلیه الفتوی وهو التقدیر بعشر فی عشر اعنی مساحة مائة علی الصحیح فعدم التقدیر الموافق لاصل الامام رضی اللہ تعالی عنہ انما هو علی الروایة الاولی اما الان فالکلام علی تقدیر التقدیر فکیف یلاحظ فیه اصل عدم التقدیر کما فعل البحر ام کیف یراعی فیه ظاهر الروایة کما فعل الامام الفخر ونفس العشر فی عشر لیست فی ظاهر الروایة۔

میں مبتلی ہے اس کی رائے پر چھوڑا گیا ہے اور اس کی پہچان ہمارے ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرکت دینا ہے اور یہ حرکت اصح قول کے مطابق وضوء سے ہوگی، اور دوسرا قول عام متأخرین کا مختار ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور اس سے مراد وہ دردہ کی مقدار ہے، یعنی سو ہاتھ کی پیمائش صحیح قول پر ہے، اور اندازہ نہ ہونا جو امام کی اصل کے مطابق ہے وہ پہلی روایت کے مطابق ہے، اور اب گفتگو مقدار کی تقدیر پر ہے تو اس میں عدم تقدیر کی اصل کا لحاظ کیسے ہوگا جیسا کہ بحر نے کیا ہے یا اس میں ظاہر روایۃ کی رعایت کیسے ہوگی؟ جیسا کہ امام فخر نے کیا ہے جبکہ وہ دردہ ظاہر روایۃ میں کوئی قول نہیں۔ (ت)

اقول والتحقیق عندی ان التقدیر بعشر فی عشر لیس حکما منصوصا [ف۲] فیحتاج الی ابداء اصل له کما تجشمه الامام صدر الشریعة [ف۳] ویطعن فیه بانه لایرجع الی اصل فی الشرع کما قاله فی البحر وتبعه فی الدر ویرد بمخالفته لقول الامام المصحح من کثیرین اعلام کما یتوهم بل هو تقدیر منهم رحمنا اللہ تعالی بهم لما فی ظاهر الروایة من عدم الخلوص وجدوا هذا القدر لایخلص فحکموا به قال فی البدائع ثم ذکر ابوداؤد لایکاد یصح لواحد من الفریقین حدیث عن النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم فی تقدیر الماء ولهذا رجع اصحابنا فی التقدیر الی الدلائل

میں کہتا ہوں میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ وہ دردہ کا اندازہ مستقل حکم نہیں ہے کہ اس کیلئے کوئی اصل تلاش کرنا ہو، جیسا کہ صدر الشریعۃ نے اس کی کوشش کی ہے، اور اس پر یہ اعتراض کہ یہ چیز شریعت کی کسی اصل پر متفرع نہیں، جیسا کہ بحر میں فرمایا اور دُر نے اس کی متابعت کی اور اسکو اس بنا پر رد کردیا جائے کہ قول اکثر علماء کے مطابق امام کے صحیح قول کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے جیسا کہ وہم ہوتا ہے بلکہ یہ اُن کی طرف سے اندازہ ہے، کیونکہ ظاہر روایت میں عدم خلوص ہے اور اس مقدار میں انہوں نے خلوص نہ پایا تو اُنھوں نے اس پر یہ حکم لگایا۔ بدائع میں فرمایا ابوداؤد نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث جو پانی کے اندازے سے متعلق ہے فریقین میں سے کسی کیلئے کوئی حدیث

الحسیة دون السمعیة ثم اختلفوا فی
تفسیر الخلوص فاتفقت الروایات عن
اصحابنا انه یعتبر بالتحریك وابو حفص
الکبیر اعتبر الخلوص بالصبغ وابو نصر
بالتکدیر والجوزجانی بالمساحة فقال
ان کان عشرا فی عشر فهو مما لا یخلص
وان کان دونه فهو مما یخلص[1] اھ فقد
جعل هذا تفسیرا لما فی المذهب و
قال فی الغنیة تحت قوله الحوض
اذا کان عشرا فی عشر المقصود من هذا
التقدیر حصول غلبة الظن بعدم
خلوص النجاسة[2] اھ فاذا کان هذا تفسیر
ما فی ظاهر الروایة وجبت رعایتها
فیه وبقی عمقه علی اصل الامام
لان هذا انما هو تقدیر ما لا یخلص وما
لا یخلص لم یعتبر فیه عمق فی ظاهر
الروایة فلا داعی الی اعتباره هنا
اللهم الا ان یثبت ان للعمق مدخلا
فی خلوص الحرکة وعدمه ایضا فح
یقال ان ظاهر الروایة حیث احالت
الامر علیه ارسلت الامتدادات ارسالا
وکان ذلك اوجب حینئذ اما انتم
فقدرتم الامتدادین ولیس ان کل عمق

صحیح نہیں، اور اسی لیے ہمارے اصحاب نے اندازہ
میں دلائلِ حسیّہ کی طرف رجوع کیا نہ کہ سمعیّہ کی طرف
اب خلوص کی تفسیر میں اختلاف ہے تو ہمارے اصحاب
کی متفقہ روایت میں ہلانے کا اعتبار ہے، اور ابو حفص کبیر نے
خلوص رنگنے کو کہا اور ابو نصر نے گدلا ہونے کو کہا اور
جوزجانی نے پیمائش کو کہا، فرمایا کہ اگر وہ دہ دردہ
ہو تو اس میں خلوص نہیں اور اگر اس سے کم ہے تو
اس میں خلوص ہے اھ انہوں نے یہ مذہب کی تفسیر بنائی ہے
غنیہ میں مصنف کے قول الحوض اذا کان عشرا فی عشر کے تحت
ہے کہ اس تقدیر سے مقصود نجاست کے عدم
خلوص کی بابت ظن غالب کا حصول ہے
اھ اور جب یہ ظاہر روایت کی تفسیر ہے تو اس کی
رعایت اس میں لازم ہے، اور امام کی اصل کے مطابق
عمق باقی رہا کیونکہ یہ اسکی تقدیر ہے جس میں خلوص نہ ہو اور
جس میں خلوص نہ ہو ظاہر الروایۃ کے
مطابق اس میں عمق معتبر نہیں، تو یہاں اس کے
اعتبار کی کوئی وجہ نہیں، ہاں اگر عمق کا دخل خلوصِ
حرکت اور عدمِ خلوص میں ثابت کر دیا جائے، تو اس
وقت کہا جائیگا کہ ظاہر روایت نے جہاں معاملہ کا دارومدار اس پر
رکھا ہے تو امتدادات کو مطلق رکھا ہے اور اس
وقت یہی لازم تھا اور تم نے دونوں امتدادوں کی
تقدیر کی ہے اور ان دونوں کے بعد ہر عمق برابر نہیں
تو تم پر لازم ہے کہ ایک ایسے عمق کی تقدیر کرو کہ



---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
[2] غنیۃ المستملی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۸

بعد هما سواء فيجب عليكم تقدير عمق لايقبل معه الامتداد ان الخلوص فافهم وح لايضاد القول الحادی عشر للقول الاول اذ ترك التقدير فی ظاهر الرواية لايكون اذن لنفيه بل لعدم تعينه و اختلافه باختلاف الامتدادات فيصح التفويض الی رأی الناظر لكنه شیٔ يحتاج الی ثبت ودونه خرط القتاد بل يدفعه ان لوكان كذلك لم يصح تعيين عشر فی عشر فانه يختلف الامتدادات المانعات للخلوص علی هذا باختلاف الاعماق فكيف يجوز التحديد علی شیٔ منها وهو عود علی المقصود بالنقض فترجح ان الاوجه هو ظاهر الرواية بل هی الوجه هذا ما عندی والله تعالٰی اعلم۔

کہ اس کے ہوتے ہوئے دونوں امتداد خلوص کو قبول نہ کریں فافہم، اس صورت میں گیارھواں قول پہلے قول کی ضد نہ ہوگا کہ ظاہر روایت میں تقدیر کا ترک کرنا اس کی نفی کے لیے نہ ہوگا بلکہ اس کی عدمِ تعیین کے لیے ہوگا اور اس کا اختلاف امتدادات کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا تو دیکھنے والے کی رائے کی طرف اس کو سپرد کرنا صحیح ہوگا، مگر یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو دلیل کی ضرورت ہے حالانکہ اسکی دلیل مشکل ہے بلکہ اس کا رَد یہ ہے کہ اگر بات یہی ہوتی تو دہ دردہ کی تعیین صحیح نہ ہوتی، کیونکہ جو دو امتداد خلوص کے مانع ہیں اس بنا پر گہرائیوں کے اختلاف سے مختلف ہونگے تو ان میں سے کسی ایک کی تحدید کیونکر درست ہوگی اور یہ تو نقض کے سبب مقصود کی طرف عود کرنا ہے تو راجح یہی قرار پایا کہ ظاہر روایت ہی درست ہے بلکہ صرف ایک یہی وجہ ہے ھذا ما عندی الخ (ت)

اس قول کی تصحیح امام زیلعی کے سوا دوسرے سے نظر میں نہیں،

اما ما فی البحر فی البدائع اذا اخذ الماء وجه الارض یکفی ولا تقدیر فیه فی ظاهر الروایة وهو الصحیح[1] اھ

اور جو بحر میں ہے کہ بدائع میں ہے جب پانی زمین کی سطح کو چھپالے یہ اس کے لیے کافی ہے اور ظاہر الروایۃ میں کوئی تقدیر متعین نہیں، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

**فاقول** هذا کما تری کلام التبیین ولیس فی البدائع انما ذکر قیده عن الجوزجانی ما تقدم ثم قال وعن الفقیه ابی جعفر

میں کہتا ہوں یہ تبیین کا کلام ہے اور یہ بدائع میں نہیں اس میں تو جوزجانی سے جو منقول ہے وہ بیان ہوچکا ہے، پھر فرمایا فقیہ ابوجعفر

[1] بحر الرائق بحث عشر فی عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

الهندوانی ان کان بحال لو رفع انسان الماء بکفیه انحسر اسفله ثم اتصل لایتوضؤ به[1] ثم ذکر الزیادۃ علی عرض الدرھم و الشبر والذراع ولم یصحح شیئا منھا نعم قال قبلہ فی الماء الجاری اختلف المشایخ فی حد الجریان قال بعضھم ھو ان یجری بالتبن والورق وقال بعضھم ان کان بحیث لو وضع رجل یدہ فی الماء عرضا لم ینقطع جریانہ فھو جار والا فلا وروی عن ابی یوسف ان کان بحال لو اغترف انسان الماء بکفیہ لم ینحسر وجہ الارض بالاغتراف فھو جار والا فلا وقیل مایعدہ الناس جاریا فھو جار ومالا فلا وھو اصح الاقاویل[2] اھ فقد افاد تصحیح عدم التقدیر بعمق لکنہ فی الجاری وھو کذلک فیہ بلاشک والکلام ھھنا فی الراکد الکثیر

ہندوانی کہتے ہیں کہ اگر پانی ایسا ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اسکی تہ کھل جائے پھر جُڑ جائے تو اُس سے وضو نہیں ہوسکتا ہے، پھر درہم، بالشت اور ایک ہاتھ سے زائد کی چوڑائی کا ذکر کیا اور ان میں سے کسی کی تصحیح کا ذکر نہیں کیا ہاں اس سے قبل جاری پانی کی بابت کہا کہ مشایخ کا حدِ جریان میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ پانی میں چوڑائی میں ڈالے تو پانی کا جاری رہنا ختم نہ ہو تو وہ جاری ہے ورنہ نہیں، بعض نے فرمایا کہ اگر اس پانی میں کوئی تنکا ڈالا جائے یا پتہ ڈالا جائے تو بہا لے جائے، اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ ایسا پانی ہو کہ اگر کوئی شخص اس میں سے چُلّو بھر کر پانی لے تو زمین کھلنے نہ پائے، ایسا پانی جاری ہے ورنہ نہیں، ایک قول ہے کہ جس کو لوگ جاری سمجھیں وُہ جاری ہے اور جس کو جاری نہ سمجھیں وُہ جاری نہیں اور سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے اھ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے گہرائی کا تعین نہیں فرمایا، لیکن یہ جاری پانی میں ہے اور اس میں شک نہیں، اور گفتگو یہاں ٹھہرے ہوئے کثیر پانی میں ہے۔

اما قول البحر ھو الاوجہ فاقول ھو رحمہ اللہ تعالٰی مع علو کعبہ الرجیح لیس من ارباب الترجیح کما یعرفہ من رزق حظا من النظر الصحیح وخدمۃ ھذا

لیکن بحر کا قول معقول تر ہے، میں کہتا ہُوں وہ بلندی مقام کے باوجود اصحابِ ترجیح سے نہیں ہیں جیسا کہ صاحبِ نظر اور فن کا ماہر جانتا ہے۔ ابن عابدین نے اپنی منظوم کی شرح عقود رسم المفتی میں بحر سے نقل کیے

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

[2] ایضاً ۱/۷۱

الفن بفکر نجیح ؎ وقال سیدی محمد بن عابدین رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح منظومتہ عقود رسم المفتی بعد ما نقل عن البحر فیما نقلوا عن اصحابنا انہ لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا ان ھذا الشرط کان فی زمانھم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ کما فی القنیۃ وغیرھا فیحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم نعلم من این قال فینتج من ھذا انہ یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشایخ بخلافہ[1] اھ مانصہ یؤخذ من قول صاحب البحر یجب علینا الافتاء بقول الامام الخ انہ نفسہ لیس من اھل النظر فی الدلیل فاذا صحح قولا مخالفا لتصحیح غیرہ لایعتبر فضلا عن الاستنباط والتخریج علی القواعد خلافا لما ذکرہ البیری عند قول صاحب البحر فی کتابہ الاشباہ النوع الاول معرفۃ القواعد التی ترد الیھا وفرعوا الاحکام علیھا وھی اصول الفقہ فی الحقیقۃ وبھا یرتقی الفقیہ الی درجۃ الاجتھاد ولو فی الفتوٰی واکثر فروعہ ظفرت بہ[2] الخ فقال البیری بعد ان عرف المجتھد فی المذھب بما

بعد جو اصحاب سے نقل کیا وہ یہ کہ کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتوٰی دے تاوقتیکہ اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہم نے کہاں سے یہ قول لیا، اس کے بعد فرمایا یہ اُن کے زمانہ میں تھا، مگر ہمارے زمانہ میں صرف یاد پر اکتفاء کرنا کافی ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے تو امام کے قول پر فتوٰی حلال ہے بلکہ واجب ہے خواہ یہ معلوم نہ ہو کہ انھوں نے کہاں سے یہ قول لیا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم پر قولِ امام پر فتوٰی دینا واجب ہے خواہ یہ قولِ مشایخ کے خلاف ہو اھ صاحبِ بحر کا قول یہ ہے "ہم پر قول امام پر فتوٰی واجب ہے الخ وہ خود دلیل میں غور و فکر کی اہلیت نہیں رکھتے، اب اگر وہ کسی قول کی تصحیح کریں جو غیر کی تصحیح کے خلاف ہو تو اعتبار نہ ہوگا چہ جائیکہ استنباط و تخریج جو قواعد کے مطابق ہو، بیری نے اس کے خلاف کیا ہے، یہ صاحبِ بحر کے اس قول کے پاس ہے جہاں وُہ اپنی کتاب 'الاشباہ' میں فرماتے ہیں' پہلی قسم اُن قواعد کی معرفت میں جن پر فقہاء نے احکام متفرع کئے ہیں، اور یہی حقیقۃً میں اصولِ فقہ ہیں' اور ان کے ذریعہ فقیہ درجۂ اجتہاد تک پہنچتا ہے خواہ یہ اجتہاد فتوٰی میں ہو، اور اُس کی اکثر فروع پر مجھے کامیابی ہوتی ہے الخ بیری نے مجتہد فی المذہب کی تعریف کی جو ہم نے

---

[1] شرح المنظومۃ المسماۃ بعقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۸

[2] الاشباہ والنظائر بکون ھذا النوع الثانی منہا ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۵

قد مناہ عنہ وفی ھذا اشارۃ الی ان المؤلف قد بلغ ھذہ المرتبۃ فی الفتوی وزیادۃ وھو فی الحقیقۃ قد من اللہ تعالی علیہ بالاطلاع علی خبایا الزوایا وکان من جملۃ الحفاظ المطلعین انتھی اذ لا یخفی ان ظفرہ باکثر فروع ھذا النوع لا یلزم منہ ان یکون لہ اھلیۃ النظر فی الادلۃ التی دل کلامہ فی البحر علی انھا لم تحصل لہ وعلی انھا شرط الاجتھاد فی المذھب فتامل اھ

بیان کی پھر فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ مصنف فتوٰی میں خود اس مرتبہ پر فائز ہے، بلکہ اس سے زیادہ ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اسرار و رموز پر مطلع فرمایا تھا اور وہ حفاظ میں سے تھے انتہی، یہ مخفی نہ رہے کہ اُن کا اس کی اکثر فروع پر مطلع ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ صاحبِ فکر و نظر بھی ہیں کہ یہ مقام ان کو حاصل نہیں، یہ مجتہد فی المذہب کی شرائط ہیں فتأمل اھ (ت)

**اقول** ای بالمعنی الذی عرفہ بہ بیری زادہ[1] شاملا للمجتھد فی المسائل و اھل التخریج والمجتھد فی الفتوی حیث قال المجتھد فی المذھب عرف بانہ المتمکن من تخریج الوجوہ علی منصوص امامہ والمتبحر فی مذھب امامہ المتمکن من ترجیح قول لہ علی اٰخر اھ[2] لا المجتھد فی المذھب الذی ھی الطبقۃ الثانیۃ الفائقۃ علی الثلثۃ الباقیۃ لقول البحر ولو فی الفتوی۔

میں کہتا ہوں، یعنی اُس معنی کے اعتبار سے جو بیری زادہ نے کیے ہیں یہ مجتہد فی المسائل کو بھی شامل ہے اور اہلِ تخریج اور مجتہد فی الفتوٰی کو بھی، انھوں نے فرمایا کہ مجتہد فی المذہب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ وہ ایسا عالم ہوتا ہے جو اپنے امام کے بیان کردہ مسئلہ کی وجوہ کی تخریج پر قادر ہو، اور مذہبِ امام کا متبحر عالم ہو اس کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر ترجیح دے سکتا ہو، نہ کہ مجتہد فی المذہب، جو دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے جو باقی تین پر فائق ہوتا ہے، کیونکہ بحر نے فرمایا "اگرچہ فتوٰی میں"۔ (ت)

**واقول** لم یدع البحر ان من عرف

میں کہتا ہوں بحر نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ جو

---

[1] بیری زادہ

[2] بیری زادہ

الفروع ارتقى الى مرتبة الاجتهاد واين
جمعها من اهلية النظر فی الدليل و
الصيد له من الطب وانما اراد ان تلك
القواعد من ادرك حقها فقها وان الفروع
كيف تستنبط منها وتردّ اليها كان ذلك
سلّما له يرتقى بها الى ادنى درجات الاجتهاد
ولم يدع هذا لنفسه انما ذكر الظفر باكثر
الفروع فاين هذا من ذاك والعجب كيف خفی هذا
على العلامة بيری مع وضوحه ثم هو ايضا
لم يشهد بحصول درجة الاجتهاد فی الفتوٰی
له رحمهما الله تعالى انما زعم ان فی كلام
البحر اشارة اليه وشهد بكونه من الحفاظ
المطلعين وهذا لاشك فيه وقد قال السيد
ابو السعود الازهری فی فتح الله المعين
لا يعتمد على فتاوى ابن نجيم ولا على فتاوٰی

شخص بھی فروع کو جانے گا وہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز
ہوجائے گا، فروع کا یاد کرنا اور ہے اور فکر و نظر
چیزے دگر است، یہ بالکل ایسا ہے جیسے دوافروش
اور طبیب کا فرق ہوتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے
کہ جو شخص ان قواعد کو پہچاننے لگے اور اُن سے
استنباطِ مسائل کا طریقہ معلوم کرلے، تو یہ
اجتہاد کے ادنیٰ درجہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے
اور انھوں نے خود اپنے لیے اس مقام کا دعوٰی
نہیں کیا ہے انھوں نے تو محض یہ کہا ہے کہ وہ اکثر
فروع کے جاننے میں کامیاب ہوئے ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے تعجب
ہے کہ یہ حقیقت علامہ بیری پر کیسے مخفی رہی حالانکہ
بالکل واضح ہے، پھر اُنھوں نے اپنے لیے درجۂ
اجتہاد فی الفتوٰی کا دعوٰی بھی نہیں کیا ہے رحمہما
اللہ تعالیٰ، صرف یہ کہا ہے کہ بحر کے کلام میں اس طرف
اشارہ ہے اور انھوں نے اس امر کی شہادت دی ہے



---

له اقول كذا قال ولم اطلع عليها لاعلم
حالها لكن قال فی كشف الظنون من الذال
تحت ذخيرة الناظر فی الاشباه والنظائر
انها للعالم الفاضل على الطوری المصری
الحنفی المتوفی سنة ١٠٠٤ اربع والف ثم
قال قال الامينی فی خلاصة الاثر اخذ عن
الشيخ زين الدين بن نجيم وغيره حتى برع
وتفنن والف مؤلفات ورسائل فی
الفقه كثيرة كان يفتی وفتاواه جيدة

میں کہتا ہوں، انھوں نے یہی فرمایا ہے لیکن
میں اس پر مطلع نہیں ہوا، مگر کشف الظنون میں
ذال کی تختی میں ذخیرۃ الناظر فی الاشباہ والنظائر کے تحت ہے کہ
یہ کتاب عالم فاضل علی الطوری المصری الحنفی المتوفی ۱۰۰۴ھ کی ہے
پھر انھوں نے کہا کہ امینی نے خلاصۃ الاثر میں کہا کہ انھوں نے شیخ
زین الدین بن نجیم وغیرہ سے علم حاصل کیا یہاں تک
کہ وہ عظیم المرتبت عالم ہوگئے اور علم فقہ میں بہت سی
کتب و رسائل تصنیف کیے وہ فتوے دیتے
تھے اور ان کے فتوے (باقی بر صفحہ آئندہ)

الطوری[1] اھ واقرہ ش فی غیر موضع من رد المحتار وفی ط عنہ سمعت کثیرا من شیخنا (یرید اباہ السید علیا رحمھما اللہ تعالٰی) فتاوی الطوری کفتاوی الشیخ زین لایوثق بھما الا اذا تائیدت بنقل اخر[2] اھ وکیف یصح لمجتھد فی الفتوی ان یسنم العمل بفتاواہ۔

کہ وہ حفاظ میں سے ہیں، اور اس میں شک کی گنجائش نہیں، ابوالسعود الازہری نے فتح اللہ المعین میں فرمایا نہ تو ابن نجیم کے فتاوٰی پر اعتماد کیا جائے اور نہ ہی طوری کے فتاوی پر اھ اور اس کو "ش" نے برقرار رکھا یہ چیز ردالمحتار کے کئی مقامات پر مذکور ہے اور "ط" میں انہی سے منقول ہے کہ ہم نے اپنے شیخ سے بکثرت سُنا ہے (اس سے مراد ان کے باپ سید علی ہیں) وہ فرماتے تھے فتاوٰی طوری شیخ زین کے فتاوٰی کی طرح ہیں، ان دونوں کا کوئی اعتبار نہیں، ہاں اگر کسی اور نقل سے ان کی تائید ہو جائے تو اور بات ہے، اور ایک مجتہد فی الفتوٰی کو یہ بات کب زیب دے سکتی ہے کہ وہ اپنے فتوی پر عمل کی مخالفت کرے۔ (ت)

**قول سوم** کی ترجیح عامہ کتب میں ہے وقایہ[1] ونقایہ[2] واصلاح[3] وغرر[4] وملتقی[5] متون و وجیز[6] کردری وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا امام اجل قاضی خان[7] نے اسی کو مقدم رکھا اور امام اعظم سے امام ابو یوسف کی روایت بتایا ہدایہ[8] و درر[9] و مجمع الانہر[10] ومسکین[11] ومراقی الفلاح[12] و ہندیہ[13] میں اسی کو صحیح اور ذخیرۃ العقبٰی[14] میں اصح اور غیاثیہ[15] وغنیہ[16] وخزانۃ المفتیین[17] میں مختار کہا معراج الدرایہ[18] وفتاوٰی ظہیریہ[19] وفتاوٰی خلاصہ[20] وجوہرہ نیرہ[21] وشلبیہ[22] وغیرہا میں علیہ الفتوٰی فرمایا اس قول میں عباراتِ علما تین طور پر آئیں:

**اول** مطلق اغتراف یا غرف کہ ہاتھ سے پانی لینا ہے ایک سے ہو خواہ دونوں سے دونوں کو شامل ہے عام عبارات اسی طرح ہیں جیسے خانیہ وخزانہ کے سوا اکثر کتب مذکورہ اور بحر وشامی وغیرہا۔

**دوم** لفظ کف یا ید بصیغۂ مفرد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں ہی مروی ہوا فتاوی

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مقبولۃ وبالجملۃ فھو فی فقہ الحنفیۃ الجامع الکبیر لہ الشھرۃ التامۃ فی عصرہ والصیت الذا ثم انتھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بہت عمدہ اور مقبول ہوتے تھے، خلاصہ یہ کہ یہ کتاب فقہ حنفی میں جامع ہے اور اسے اپنے زمانہ میں شہرت تام حاصل ہے۔ (ت)

---

[1] فتح المعین بحوالہ ردالمحتار رسم المفتی مصطفی البابی مصر ۱/۵۲

[2] طحطاوی

امام قاضی خان میں ہے :

انکان بحال لو رفع الماء بکفہ لا ینحسر ما تحتہ من الارض فھو عمیق[1] رواہ ابویوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اگر پانی اس حال پر ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے تو زمین نیچے سے نہ کھلے تو وہ گہرائی والا ہے اس کو ابو یوسف نے ابو حنیفہ سے روایت کیا۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے :

وعمقہ بحال لو رفع الماء بکفہ لا ینحسر ما تحتہ من الارض وھو المختار[2]۔

پانی کی گہرائی یہ ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے زمین نیچے سے نہ کھلے یہی مختار ہے۔ (ت)

چلپی علی صدر الشریعۃ میں ہے :

والغرف اخذ الماء بالید للتوضی وھو الاصح[3]۔

غرف ہاتھ کے ذریعے وضو کے لیے پانی لینے کو کہتے ہیں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

سوم کفین بصیغہ تثنیہ یہ امام ابو یوسف سے مروی آیا اور اسی کو امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے اختیار فرمایا زیلعی علی الکنز میں ہے :

عن ابی یوسف اذا کان لا ینحسر وجہ الارض بالاغتراف بکفیہ فھو جار[4] اھ وقد مناہ عن ملک العلماء واذا کان ھذا فی الجاری حقیقۃ ففی الملحق[عہ]

اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب دو چلّو بھر کر پانی اٹھانے سے زمین کی سطح نہ کھلے تو یہ پانی جاری ہے اھ ہم اس کو ملک العلماء سے پہلے ہی نقل کر آئے ہیں، جب یہ بات حقیقی جاری پانی میں ہے تو

---

عہ اقول وھذا بخلاف ما فعل فی البحر فان تصحیح الاطلاق فی الجاری لا یستلزم تصحیحہ فی الملحق بہ واشتراط العمق فیہ یستلزم اشتراطہ فی الملحق بالاولٰی ۱۲ منہ غفر لہ۔ (م)

میں کہتا ہوں یہ اسکے خلاف ہے جو بحر میں کیا ہے کیونکہ جاری میں اطلاق کی تصحیح سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو جاری سے ملحق ہو اس میں بھی یہی تصحیح ہوگی اور گہرائی کی شرط اس میں اس امر کو مستلزم ہے کہ یہی شرط ملحق میں بھی ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴
[2] خزانۃ المفتین
[3] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الطہارۃ مطبعہ اسلامیہ لاہور ۱/۶۸
[4] تبیین الحقائق 〃 مطبعہ الازہریہ مصر ۱/۲۳

بہ بالاولی۔

جو جاری پانی سے ملحق ہوگا اس میں بطریق اولیٰ ہوگی۔ (ت)

بدائع میں ہے:

عن الفقیہ ابی جعفر الہندوانی انکان بحال لو رفع انسان الماء بکفیہ انحسر اسفلہ ثم اتصل لا یتوضؤ بہ وانکان لا ینحسر اسفلہ لا بأس بالوضوء منہ[1]۔

فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہے کہ وہ پانی ایسا ہو کہ اگر کوئی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اس کے نیچے زمین کھل جائے اور پھر مل جائے، ایسے پانی سے وضو نہیں ہوگا اور اگر اس کے نیچے سے زمین نہ کھلتی ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

بالغرفۃ ای برفع الماء بالکفین[2]۔

بالغرفۃ یعنی دو ہتھیلیوں سے پانی اٹھانا۔

عبدالحلیم الدرر میں ہے:

ای باخذ الماء بالکفین[3]۔

یعنی دو ہتھیلیوں میں پانی لینا۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:



قولہ بالغرف منہ ای بالکفین کما فی القہستانی وفی الجوہرۃ علیہ الفتوی[4]۔

بالغرف منہ یعنی دو ہتھیلیوں سے، جیسا کہ قہستانی میں ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے۔ (ت)

اقول ربما یتوھم منہ ان الفتوی علی الکفین ولیس کذلك فانما عبارۃ الجوھرۃ اما مقدار العمق فالاصح ان یکون بحال لا تنحسر الارض بالاغتراف وعلیہ الفتوی[5] اھ فکان ینبغی ان یقدم

میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ فتوی کفین پر ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ جوہرہ کی عبارت یہ ہے "اور گہرائی کی مقدار میں اصح یہ ہے کہ چُلّو بھرنے سے زمین نہ کھلتی ہو، اسی پر فتوی ہے اھ تو ان کو جوہرہ کی عبارت پہلے لانی چاہیے تھی

---

[1] بدائع الصنائع — فصل فی بیان مقدار الخ — سعید کمپنی کراچی — ۷۳/۱
[2] جامع الرموز — بحث عشر فی عشر — الکریمیہ قزان ایران — ۴۸/۱
[3] حاشیۃ علی الدرر للعبد الحلیم — مطبعہ عثمانیہ مصر — ۱۷/۱
[4] طحطاوی علی مراقی الفلاح — نور محمد کتب خانہ کراچی — ص ۱۶
[5] الجوہرۃ النیرۃ — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۱۶/۱

عبارتہا و یقول قولہ بالغرف علیہ الفتوی جوھرۃ ای بالکفین قہستانی۔

اور یوں کہنا چاہیے تھا قولہ بالغرف علیہ الفتوٰی جوھرۃ یعنی بالکفین قہستانی۔ (ت)

علامہ برجندی نے کف واحد کو مرجح اور کفین کو محتمل رکھا :

حیث قال بالکف الواحد علی ماھو المفھوم من اطلاقات الکتب ویحتمل ان یکون المراد بالغرف الاخذ بالکفین معا علی ما ھو المتعارف[1] اھ

اس لیے فرمایا کہ بالکف الواحد، یہی کتابوں کے اطلاقات سے مفہوم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بالغرف سے مراد دونوں چلوؤں سے لینا ہو، جیسا کہ متعارف ہے اھ (ت)

**اقول** وقد یؤخذ ترجیح لہ من فحوی الدرر فان نصہا الصحیح ان یکون بحیث لاتتکشف ارضہ بالغرف للتوضی وقیل للاغتسال[2] اھ وذلک لان المراد ھھنا الغرف بالایدی دون الاوانی ولا یظھر الفرق بین الغرف للوضوء والاغتسال بالایدی الا ان الاول بکف والاٰخر بالکفین کما ھو المعتاد فی الغسل وح یعود الیہ تصحیح ذخیرۃ العقبی المذکور ویزیدہ قوۃ انہ المروی عن الامام ھذا کلہ ظاھر النظر۔

میں کہتا ہوں کبھی اس کی ترجیح درر کے فحوی سے بھی معلوم ہوتی ہے اس کی عبارت یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وضو کے لیے چلّو سے پانی لیتے وقت اس کی زمین نہ کھلتی ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ غسل کے لیے پانی لیتے ہوئے نہ کھلتی ہو اھ کیونکہ یہاں چلّو سے مراد ہاتھ کا چلّو بھرنا ہے نہ کہ برتن کا چلّو، اور وضو کے لیے چلّو سے پانی لینے اور ہاتھ سے غسل کرنے میں صرف یہی فرق ہے کہ وضو ایک ہاتھ سے اور غسل دو ہاتھ سے ہوتا ہے، جیسا کہ عادۃً غسل میں کیا جاتا ہے اور اس وقت اس کے لیے ذخیرۃ العقبٰی کی تصحیح ہوگی، اور اس کو مزید تقویت اس سے ہوتی ہے کہ یہ امام سے مروی ہے یہ جو کچھ ہے ظاہر نظر میں ہے۔ (ت)

**واقول** وباللہ التوفیق ترجیح علامہ برجندی میں نظر ہے،

**اولا** اذا عرف انہ المتعارف فلو لاینصرف المطلق الیہ؟

جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہی متعارف ہے تو مطلق اسی کی طرف کیوں نہیں پھرتا۔ (ت)

**ثانیا** وہ عند التحقیق منعکس ہے اطلاقات متون وعامہ کتب سے اغتراف کفین ہی مستفاد،

---

[1] قہستانی برجندی کتاب الطہارۃ نولکشور بالسرور ۱/۳۳

[2] الدرر فرض الغسل دار السعادۃ مصر ۱/۲۲

وذلك لان الغرف کما قلتم مطلق شامل باطلاقه الغرفة بکف وکفین غیر انه لیس ھھنا فی کلام موجب بل سالب والمطلق وان کان یوجد بوجود فرد لا ینتفی الا بانتفاء الافراد جمیعا فی التحریر ثم فواتح الرحموت من بحث النکرۃ المنفیة نفی المطلق یوجب نفی کل فرد اھ[1]

اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا آپ نے کہا غرف مطلق ہے، خواہ ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے، البتہ یہ کلام موجب میں نہیں ہے کلام سالب میں ہے، اور مطلق اگرچہ ایک فرد کے پائے جانے سے پایا جاتا ہے مگر اس کا انتفاء اسی وقت ہوگا جب تمام افراد کا انتفاء ہوگا تحریر میں پھر فواتح الرحموت میں نکرہ منفیہ کی بحث سے ہے کہ مطلق کی نفی ہر فرد کی نفی کو ثابت کرتی ہے۔ (ت)

بل **اقول** اللام فی الغرف والاغتراف لیس للعھد ضرورۃ فان کان للاستغراق فذاك فانه لکل فرد لا لمجموع الافراد والا فللجنس وھو الوجه المفھوم و نفی الجنس فی العرف واللغة لایکون الا بنفی جمیع الافراد[2] فواتح فافھم ولا شك ان من اغترف بکفیه فانحسرت الارض یقول انھا ارض تنحسر بالغرف وان کانت لا تنحسر بکف واحدۃ واذا صدق به الانحسار لایصدق عدمه الا اذا لم تنحسر بشیئ من الغرفات و توجیه الدرر بما مرفیه ان المعتاد فی الوضوء ایضا الاغتراف بالکفین فی غسل الوجه مطلقا وفی غسل الرجلین اذ الم یکن بالغمس لاجرم ان اطلق البرجندی تعارفه علی

بلکہ میں کہتا ہوں لام "الغرف" اور "الاغتراف" میں عہد کے لیے نہیں، اور اگر یہ استغراق کے لیے ہو تو درست ہے کہ وہ ہر فرد کے لیے ہے مجموعۂ افراد کے لیے نہیں، ورنہ یہ جنس کے لیے ہوگا، اور یہی وجہ سمجھ میں آتی ہے، اور جنس کی نفی عرف ولغت میں تمام افراد کی نفی سے ہی ہوتی ہے، فواتح فافہم اور اس میں شک نہیں کہ جس نے دونوں ہتھیلیوں سے پانی لیا اور زمین کھل تو یہی کہا جائیگا کہ چلّو بھرنے سے زمین کھل ہے، اگرچہ ایک ہتھیلی سے نہ کھلے اور جب اس کی وجہ سے کھلنا صادق آگیا تو نہ کھلنا صادق نہیں آئے گا، صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ کسی چلّو سے زمین نہ کھلے اور درر میں یہ توجیہ ہے کہ وضو میں بھی عام طور پر دونوں ہاتھ سے چلّو بھرا جاتا ہے چہرے کے دھونے میں مطلقاً اور دونوں پیروں کے دھونے میں جبکہ ڈبو کر نہ دھویا جائے، برجندی نے تعارف کو مطلق

---

[1] فواتح الرحموت بحث النکرۃ المنفیة مطبعۃ امیر قم ۱/۲۶۱

[2] ایضاً ۱/۲۶۰

انی لم ار من فرق ههنا بالوضوء والغسل انما المعروف ذلك فی معرفة الخلوص من جانب الی آخر بالتحریك ولم یتکلم علیه محشوه الشرنبلالی وعبد الحلیم والحسن العجیمی و الخادمی رحمهم الله تعالی ورده الثانی بقوله ان کلا منهما (ای من الوضوء والغسل محتاج الی اخذه بهما (ای بالیدین) قال فظهر ان لا وجه لتضعیف الثانی اھ[1]

رکھا ہے علاوہ ازیں میں نے نہیں دیکھا کہ یہاں کسی نے وضو اور غسل میں فرق کیا ہو، اس سلسلہ میں معروف یہ ہے کہ خلوص کی معرفت ایک جانب سے دوسری جانب تک حرکت کے ذریعے ہوگی اس پر اس کے حاشیہ نگاروں، شرنبلالی، عبدالحلیم، حسن العجیمی اور خادمی رحمہم اللہ نے کلام نہیں کیا، اور دوسرے نے اس کی تردید اس طرح کی ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک (یعنی غسل و وضوء میں سے) محتاج ہوتا ہے پانی کے لیے (دونوں ہاتھوں کی طرف) فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی تضعیف کی کوئی وجہ نہیں ہے اھ (ت)

**اقول** والوجه عندی ان یراد بالغرف للوضوء الغرف بالایدی و للغسل بالقصاع والاباریق والله تعالی اعلم اما المروی عن الامام فلیس نصا فی الوحدة قال فی غمز العیون اطلق الید واراد الیدین لانه اذا کان الشیأن لایفترقان من خلق او غیره اجزأ من ذکرهما ذکر احدهما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیك و مثل العینین المنخران والرجلان والخفان والنعلان تقول لبست خفی ترید خفیك کذا فی شرح الحماسة اھ[2] وقد بسطت الکلام علی هذا فی رسالتی صفائح اللجین فی

میں کہتا ہوں میرے نزدیک وجہ یہ ہے کہ وضو کے لیے چلو بھر لینے سے مراد ہاتھوں سے چلو بھرنا مراد ہو اور غسل کے لیے پیالوں اور لوٹوں کے ذریعہ پانی کا لینا مراد ہو واللہ تعالٰی اعلم، اور جو چیز امام سے مروی ہے وہ وحدت میں نص نہیں ہے، غمز العیون میں فرمایا ید بول کر یدین کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ جو دو چیزیں پیدائشی طور پر جڑی ہوئی ہوں یا کسی اور سبب سے تو ان میں سے ایک کا ذکر دوسری کے ذکر کو بھی کافی ہوگا، جیسے عین، کہا جاتا ہے کحلتُ عینی، اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں میں سُرمہ لگایا اور آنکھ کی طرح نتھنے، پیر، موزے اور جُوتے ہیں لبست خفی کہا جاتا ہے اور

---

[1] حاشیۃ علی الدرر للعبد الحلیم بحث عشر فی عشر عثمانیہ مصر ۱/۱۷

[2] غمز العیون مع الاشباہ الفن الاول قواعد کلیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۹

کون التصافح بکفی الیدین۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہیں نے دونوں موزے پہنے، کذا فی شرح الحماسۃ اھ، میں نے اس پر مکمل تفصیلی گفتگو اپنے رسالہ "صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین" (چاندی کی تختیاں، اس مسئلے میں کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ ت) میں کی ہے۔ (ت)

تو راجح یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سے پانی لینا مراد ہے،

اوّلاً یہی متون کا مفاد

ثانیاً یہی عامہ کتب سے مستفاد

ثالثاً کتب متعددہ میں اُس پر تنصیص اور کف واحد پر کوئی نص نہیں۔

رابعاً کف سے کفین مراد لے سکتے ہیں نہ بالعکس تو اس میں توفیق ہے اور وہ نصب خلاف سے اولٰی۔

خامساً زمین نہ کھلنے سے مقصود یہ ہے کہ مساحت برقرار رہے ورنہ دو پانی جدا ہوجائیں گے۔

تبیین میں ہے:

المعتبر فی العمق ان یکون بحال لاینحسر بالاغتراف لانہ اذا انحسر ینقطع الماء بعضہ عن بعض ویصیر الماء فی مکانین وھو اختیار الھندوانی اھ[1] ثم ذکر التصحیح المار۔

گہرائی میں معتبر یہ ہے کہ وہ حوض ایسا ہو کہ چلّو بھرنے سے کُھل نہ جاتا ہو کیونکہ اگر کھلا تو پانی کا ایک حصہ دوسرے حصے سے جُدا ہوجائیگا، اور پانی دو جگہوں میں ہوجائیگا، ہندوانی نے اسی کو اختیار کیا ہے اھ پھر اس نے گزشتہ تصحیح کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

مثلاً حوض پورا دہ در دہ ہے اُس کے وسط میں سے پانی اٹھایا اور زمین کُھل گئی تو اُس وقت وہ کسی طرف دس ہاتھ نہیں بلکہ طول وعرض ہر ایک کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ ہر ٹکڑا پانچ ہاتھ سے بھی قدرے کم تو آب قلیل ہوگیا لہذا لازم ہوا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلنے پائے اور اس کی ضرورت وضو وغسل دونوں کے لیے ہے بلکہ غسل کے لیے زاید۔ ہدایہ میں فرمایا:

الحاجۃ الی الاغتسال فی الحیاض اشد منھا الی التوضی[2]

حوضوں میں نہانے کی ضرورت بہ نسبت وضو کے زیادہ ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق عشر فی عشر بولاق مصر ۱/۲۲

[2] الھدایۃ الغدیر العظیم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۲۰

عنایہ میں فرمایا :

لان الوضوء یکون فی البیوت عادۃ[1] کیونکہ وضو عام طور پر گھر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ حوض یا تالاب میں نہاتے ہوئے پانی لپوں سے لیتے ہیں نہ چلّوؤں سے تو ضرور ہوا کہ دونوں ہی ہاتھ سے لینا مراد واللہ تعالٰی اعلم بالحق والسداد۔

## توفیق انیق وتحقیق دقیق بحسن التوفیق، والحمدللہ علٰی تیسر الطریق۔

اقول وباللہ استعین، وہو نعم المعین، یہ سب تنقید وتنقیح وتصحیح وترجیح اُس ظاہر خلاف پر تھی جو عبارات کتب سے مفہوم اور بعونہٖ عزجلالہ وعم نوالہ قلب فقیر پر القا ہوتا ہے کہ ان اقوال میں اصلاً خلاف نہیں قول اول کی نسبت ہم بیان کر آئے کہ وہی ظاہر الروایۃ اور وہی اقوی من حیث الدرایۃ ہے اور مذیل بطراز تصحیح بھی اور ظاہر الروایۃ اوجد و مصحح سے عدول کی کوئی وجہ نہیں قول دیگر کہ عامہ کتب میں مختار ومرجح ومفتی بہ ہے اسی ظاہر الروایۃ پر متفرع اور اُسی کے حکم کے تحفظ کو ہے ظاہر ہے کہ مساحت معینہ ہو مثلاً دہ دردہ یا عدم خلوص پر مفوضہ بہرحال اُتنی مقدار میں پانی کا اتصال ضرور ورنہ وہ مساحت نہ رہے گی ولہذا ظاہر الروایۃ نے فرمایا کہ کہیں سے زمین کھلی نہ ہو تو اُس قدر کا شرط کثرت ہونا بداہۃً ثابت، مگر کثرت وقت استعمال چاہیے پہلے کثیر تھا اور استعمال کرتے وقت قلیل ہوگیا تو کثرت سابقہ کیا مفید ہوگی اب اس میں پانی لیتے ہوئے زمین اگر کھل گئی تو ظاہر الروایۃ نے جو امر کثرت کے لیے شرط کیا تھا کب باقی رہا اتنی دیر کو پانی قلیل ہوگیا پہلے سے اگر نجاست پڑی تھی اور بوجہ کثرت مؤثر نہ ہوئی تھی اب قلیل ہوتے ہی مؤثر ہوگئی اور پھر پانی مل جانا طاہر نہ کردے گا کہ آب نجس کثیر ہو کر پاک نہیں ہوجاتا اور جن کے نزدیک مائے مستعمل نجس ہے پہلے سے کسی نجاست پڑی ہونے کی حاجت نہیں پہلے لپ کا پانی بدن پر ڈالا یہ مستعمل ونجس ہو کر پانی میں گرا دوبارہ لپ لیا پانی قلیل ہو کر اسی مائے مستعمل سے نجس ہوگیا۔ یوں ہی جن کے نزدیک آب مستعمل اگرچہ پاک ہے مگر مائے مطلق سے اُس کا اختلاط مطلقاً اُسے ناقابلِ طہارت کردیتا ہے اگرچہ مغلوب ہو لہذا وقت اغتراف حفظ کثرت کے لیے یہ شرط لگائی کہ اغتراف آب کثیر سے ہو اُس وقت بھی ظاہر الروایۃ کا ارشاد یأخذ الماء وجہ الارض صادق ہو کہ زمین کہیں سے کھلی نہ ہو تو یہ عمق شرط کثرت نہیں بلکہ وقت اغتراف شرط بقائے کثرت۔

اس توفیق رفیق کے مؤیدات اقول اولاً خود یہی تبیین مبین تعلیل تبیین کہ اتنا عمق اس لیے رکھا گیا کہ پانی لیتے وقت زمین کُھل کر وہ پانی نہ ہوجائیں کہ مساحت نہ رہے گی قلیل ہوجائیگا معلوم ہُوا کہ تا بقائے

---

[1] العنایۃ علٰی حاشیۃ فتح القدیر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۰

مساحت کثیر ہے تفریق مساحت تقلیل کرے گی۔

**ثانیاً** اگر کثرت فی نفسہٖ اس پر موقوف ہو تو یہ شرط بھی کام نہ دے گی اور وقت اغتراف وہی دقت پیش آئے گی۔ شرط ہے تو ساری مساحت میں نہ کہ بعض میں۔ غیاثیہ میں ہے:

المختار ان لا ینحسر بالاغتراف مطلقا غیر مقید بکونہ من اعمق المواضع[1]

مختار یہ ہے کہ چلّو لینے سے زمین نیچے سے نہ کھُلے مطلقاً اس میں زیادہ گہرا ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔ (ت)

اب کہ پانی لیا اور زمین کھلی تو نہیں مگر اُتنی جگہ صرف جو بھر عرض کا پانی رہ گیا تو اب کیا آب قلیل نہ ہوگیا کہ اتنی دیر ساری مساحت میں اُتنا عمق نہیں۔ ظاہر ہُوا کہ یہ عمق مطلوب نہ تھا بلکہ وہی زمین کا کہیں سے کھُلا نہ ہونا کہ وقت اغتراف یہی باقی رہے گا نہ وہ عمق۔

**ثالثاً** اسی پر شاہد ہے سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے وہ روایت کہ بدائع و تبیین سے گزری کہ خود جاری پانی میں بھی اتنا عمق شرط فرماتے ہیں یہ ہرگز نفس جریان کی شرط نہیں ہوسکتا کون عاقل کہے گا کہ مینہ کا پانی جو چھت یا زمین پر بہ رہا ہے جاری نہ ہوگا جب تک چار یا پانچ انگل دَل نہ ہوجائے امام ابو یوسف کی شان اس سے ارفع و اعلٰی ہے وہ قطعاً عرفاً و شرعاً ہر طرح جاری ہے اگرچہ صرف جو بھر دَل ہو[a] لاجرم کوئی شبہہ نہیں کہ یہ وقت اغتراف بقائے جریان کے لیے شرط فرماتی ہے کہ اگر پانی لیتے وقت زمین کھُل گئی دو پانی ہوگئے اور اس وقت جریان جاتا رہا کہ اُتنی دیر اُوپر کا پانی رک گیا اور نیچے کا مدد بالا سے منقطع ہوگیا اور ہم رسالہ حب الساحۃ میں بیان کرچکے کہ جریان کے لیے مدد کا اشتراط بھی ایک قول مصحح ہے امام ابن الہمام نے اسی کو ترجیح دی اور یہی امام برہان الدین صاحب ہدایہ کی کتاب تجنیس اور امام حسام الدین کے

---

[a] بلکہ فتاوٰے امام قاضی خان میں ہے:

الجنب اذا قام فی المطر الشدید متجردا بعد ما تمضمض واستنشق حتی اغتسلت اعضاؤہ جاز لانہ جار یعنی جب جنب اگر کلی کرکے ناک میں پانی موضع فرض تک چڑھا کر زور کے مینہ میں ننگا کھڑا ہو کہ سارا بدن دُھل گیا غسل ہوگیا کہ مینہ جاری پانی ہے ظاہر ہے کہ مینہ کی دھاریں متفرق ہوتی ہیں اور اُن میں کوئی دھار آدھا انگل بھی دَل نہیں رکھتی بلکہ اکثر جَو بھر سے زیادہ نہیں ہوتا مگر وہ بلا خلاف جاری پانی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ باب المیاہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵

واقعات سے مستفاد یہ روایت امام ابو یوسف اسی قول پر مبنی تو یہ شرط اس لیے فرمائی کہ پانی لیتے وقت بھی جاری رہے نہ کہ ہر جاری میں یہ عمق درکار یوں ہی یہاں نفسِ کثرت اس سے مشروط نہیں بلکہ وقت اغتراف کثیر رہنا وللہ الحمد۔

س ا بعاً اسی کے مؤید ہے وہ کہ ہمارے رسالہ رحب الساحۃ میں کتب کثیرہ جلیلہ معتمدہ سے منقول ہوا کہ بڑے تالاب کے بطن میں نجاستیں پڑی ہیں بارش کا پانی آیا اگر ان نجاستوں تک پہنچنے سے پہلے یہ پانی تالاب کے اندر دہ در دہ ہوگیا اُس کے بعد نجاستوں کی طرف بڑھ کر اُن سے ملا ناپاک نہ ہوا یوں سارا تالاب پاک رہے گا۔ ظاہر ہے کہ بڑھتے وقت ساری مساحت میں پانچ انگل دل ہونا ضرور نہیں بلکہ نادر ہے جس کا بیان اُسی رسالہ میں گزرا مگر اس کا لحاظ نہ فرمایا اور مطلقاً حکم طہارت دیا اس کا وہی مبنی ہے کہ فی نفسہٖ کثرت کے لیے دَل کی حاجت نہیں بالجملہ روشن ہوا کہ کثرت کے لیے صرف اس قدر درکار کہ مساحت بھر میں کوئی جگہ پانی سے کھلی نہ ہو یہی ظاہر الروایۃ وتصحیح اول ہے اسی بنا پر پانی لیتے وقت کثرت باقی رہنے کے لیے لازم کہ اُس سے زمین کھل نہ جائے ورنہ قلیل ہو جائے گا یہی مطلب عامہ کتب و تصحیح دوم ہے۔

ثم اقول یہ توفیق انیق بعض فیصلے اور کرے گی۔

اول اغتراف مطلق رہے گا جس طرح متون وہدایہ وعامہ کتب میں ہے کہ پانی فی نفسہٖ ہر طرح کثیر ہے مقصود اُس وقت زمین کا بالفعل نہ کھلنا ہے نہ کوئی صلاحیت عامہ تو چلّو ہو یا لپ جس طرح پانی لیا اُس سے نہ کھلنا چاہیے اگرچہ دوسری طرح انکشاف ہو سکے بلکہ ہاتھ کی بھی تخصیص نہیں برتن سے لیں خواہ کسی سے اُس وقت زمین کھلے نہیں۔

دوم ساری مساحت میں اس عمق کی حاجت نہیں صرف وہیں کافی ہے جہاں سے پانی لیا گیا۔

سوم یہ شرط دہ در دہ میں فرمائی ہے پانی اگر اس درجہ کثیر ہے کہ جہاں سے لیا گیا اگر زمین کھل بھی جائے تو ہر طرف کا ٹکڑا دہ در دہ رہے تو کھلنا مضر نہ ہوگا کہ اگرچہ دو پانی ہو گئے مگر دونوں کثیر ہیں۔

چہارم مذہب معتمد یہ ہے کہ آبِ مستعمل طاہر ہے اور آبِ مطلق میں اُس کا اختلاط مانع طہارت نہیں جب تک مقدار میں اُس سے زائد نہ ہو جائے اور آبِ قلیل کتنا ہی کثیر ہو بدن محدث اُس میں پڑنے سے سب مستعمل ہو جاتا ہے مگر بضرورتِ اغتراف ہاتھ ڈالنا معاف ہے یہ سب مسائل ہمارے رسائل الطرس المعدل والنمیقۃ الانقٰی میں مبرہن ہو چکے تو وہ پانی جس میں سے وقتِ اغتراف زمین کھل کر اُس کے ٹکڑے دہ در دہ نہ رہیں اگر اس میں پہلے سے نجاست موجود تھی اس کھلنے سے ضرور ناپاک ہو جائیگا

یوں ہی[۱] اگر ضرورت چُلّو کی تھی اور لپ سے لیا سب پانی مستعمل ہوجائیگا کہ دُوسرا بے دُھلا ہاتھ بے ضرورت پڑا عام ازیں کہ چلّو سے بھی زمین کھلتی یا نہیں اگر کھلے استعمال بعد انفصال ید ہوگا اور اس وقت اتصال آب ہو کر کثیر ہوجائیگا۔

**اقول** انفصال سے استعمال کی بعدیت ذاتیہ ہے کہ وہ علت استعمال کا جزءِ اخیر ہے تو تخلف محال اور اتصالِ آب کی بعدیت زمانیہ ہے کہ جتنی جگہ کھلی تھی بعد انفصال ید حرکتِ آب سے بھرے گی

---

[۱] **اقول** ظھر بھذا التحقیق ان مسألۃ الخانیۃ وغیرھا من الکتب المعتمدۃ ان خرج الماء من النقب وانبسط علی وجہ الجمد بقدر مالو رفع الماء بکفہ لا ینحسر ما تحتہ من الجمد جاز فیہ الوضوء والا فلا اھ نقلھا فی الغنیۃ بالمعنی فاقام مقام جواز الوضوء فیہ وعدمہ فسادہ بوقوع المفسد وعدمہ ولیس کذلک عند التحقیق فانہ اذا کان کثیر المساحۃ لا یفسد بوقوع شیئ مالم یتغیر او ینحسر بوقوعہ فیبقی ماء ین قلیلین بخلاف الوضوء فیہ بغمس الاعضاء فانہ یفسد بہ مطلقا لان الفرض انہ ینحسر بالغرف فبالغمس اولی وبہ ظھر ان الاولی ترک النقل بالمعنی مطلقا فلربما یحصل بہ تغیر دقیق فی غایۃ الخفاء وباللہ التوفیق اھ منہ غفرلہ۔ (م)

میں کہتا ہُوں کہ ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہوگیا کہ فتاوٰی خانیہ وغیرہ کتب معتبرہ میں جو یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر پانی سوراخ سے نکلا اور منجمد پانی پر اتنا پھیل گیا کہ اگر کوئی شخص ہاتھ سے پانی اٹھائے تو نیچے کا جامد پانی منکشف نہیں ہوتا اس صورت میں اس پانی میں وضو کرنا جائز ہے ورنہ اس سے وضو جائز نہیں (اھ) اس مسئلہ کو غنیہ میں معنیً نقل کرتے ہوئے وضو کے جواز اور عدمِ جواز کی جگہ پلیدی کے واقع ہونے سے اس پانی کے پلید ہونے اور نہ ہونے کو رکھ دیا حالانکہ تحقیق کی رُو سے اس طرح نہیں ہے، کیونکہ جب پانی کی پیمائش زیادہ ہو تو کسی چیز کے واقع ہونے سے وہ فاسد نہیں ہوگا جب تک اس میں تغیر نہ آئے یا پلیدی کے گرنے سے نیچے کی سطح منکشف نہ ہوجائے، اس صورت میں پانی دو تھوڑے حصّوں میں تقسیم ہوجائیگا برخلاف اس صورت کے کہ اس پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کیا جائے تو اس سے پانی مطلقاً فاسد ہوجائیگا کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ چُلّو میں پانی لینے سے نیچے کی سطح منکشف ہوجاتی ہے تو ڈبونے سے بطریقِ اولٰی منکشف ہوجائیگی، اس بیان سے واضح ہوگیا کہ بہتر یہ ہے کہ مسئلہ معنیً مطلقاً نقل نہ کیا جائے، ورنہ اس سے بہت ہی پوشیدہ اور باریک فرق پیدا ہوجائے گا، اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ (ت)

اور حرکت تدریجیہ ہے تو بفور انفصال قبل اتصال حکم استعمال نازل ہو جائے گا فافہم اور اگر پہلے سے کوئی نجاست نہیں اور چلّو یا لپ حسبِ ضرورت لیا اور زمین کھل گئی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ وسط حوض میں جاکر پانی لیا ہو کر اگرچہ زمین کھلنے سے پانی قلیل ہوگیا مگر ضرورت اغتراف تو مٹکے میں بھی معاف ہے جبکہ کوئی چھوٹا برتن پانی لینے کے لیے نہ ہو اور اس وقت اگرچہ اس کے پاؤں اُس قلیل پانی میں ہیں مگر اندر جاتے ہوئے دُھل چکے ہیں ہاں اُس زمین کے کھلتے وقت اسے حدث واقع ہو تو ضرور پاؤں کی وجہ سے سارا پانی مستعمل ہو جائے گا ان وجوہ کی نظر سے وہ شرط کی گئی تو ظاہر الروایۃ اور یہ قول مفتی بہ دونوں متوافق اور باہم اصل و فرع ہیں وللہ الحمد۔

ھذا کلہ ما ظھر لکثیر السیاٰت ؎ وبہ تجتمع الکلمات ؎ وتندفع الشبھات ؎ والحمد للہ واھب المرادات ؎ وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارک علی مصحح الحسنات ؎ مقیل العثرات ؎ والہ وصحبہ الاکارم السادات ؎ وابنہ وحزبہ الاجلۃ الاثبات ؎ وعلینا معھم ؎ وبھم ولھم ؎ الی یوم یقوم حبیبنا فیہ بالشفاعات ؎ علیہ وعلیھم الصلوات الزاکیات ؎ والتسلیمات النامیات ؎ والتحیات المبارکات ؎ اٰمین ؎ والحمد للہ رب العٰلمین ؎ ومع ذٰلک لا اقول ان الحکم ھذا انما اقول ھذا ما ظھر لی فان کان صوابا فمن الوھاب الکریم ولہ الحمد وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ والحمد للہ رب العٰلمین واللہ تعالٰی اعلم

**بشارۃ** ما تقدم من قول البحران العمل والفتوی ابدا بقول الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ

یہ تمام وہ ہے جو اس کثیر المعاصی پر ظاہر ہُوا اور اسی سے ائمہ کے ارشادات جمع ہو جاتے ہیں اور شبہات دفع ہو جاتے ہیں، تمام تعریفیں مرادیں دینے والے اللہ تعالٰی کے لئے، اور اللہ تعالٰی رحمتیں نازل فرمائے نیکیوں کے صحیح کرنے والے اور غلطیوں کو معاف فرمانے والے پر اور آپ کی آل اور آپکے صحابہ ساداتِ کرام پر اور آپ کے بیٹے اور جلیل القدر راسخ علم والی جماعت پر اور ان کے ساتھ ہم پر، ان کی بدولت اور ان کے وسیلے سے اس دن تک جب ہمارے حبیب شفاعتوں کے لیے کھڑے ہوں گے' ان پر اور ان کے تمام متبعین پر پاکیزہ رحمتیں، نشوونما پانے والے سلام اور بابرکت تحفے، آمین، سب تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لیے' اس کے باوجود میں یہ نہیں کہتا کہ حکم یہ ہے، میں تو صرف اتنا کہتا ہُوں کہ یہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوا، اگر درست ہے تو اللہ تعالٰی وہابِ کریم کی طرف سے اور اس کے لیے حمد ہے، اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے، میں اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں شیطان سے برأت کا اظہار کرتا ہُوں، تمام تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لیے، اللہ بہتر جانتا ہے۔

**بشارت:** اس سے پہلے بحر کا جو قول بیان ہُوا کہ عمل

29
29

وان افتی المشایخ بخلافه اقرہ الشامی فی مواضع ونازعه فی مواضع وکنت اردت ان اذکر هذا البحث ثمه ثم رأیت ان الکلام یطول ویقع بالاجنبی الفصل الطویل فطویته ثمه وافرزته بحمد اللہ تعالٰی رسالة مهمة ورأیت الحاقها هٰهنا اتمامًا للکلام واسعافًا بالمرام وهاهی ذہ والحمد للہ ولی الانعام۔

اور فتوٰی ہمیشہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتوٰی دیں، علامہ شامی نے متعدد مقامات میں اس قول کی تائید کی اور کئی جگہوں میں اس سے اختلاف کیا، میرا ارادہ تھا کہ اس بحث کو اس جگہ ذکر کرتا، پھر خیال ہُوا کہ کلام طویل ہوجائے گا، اور غیر متعلق گفتگو سے فاصلہ طویل ہوجائے گا، لہذا اس جگہ میں نے گفتگو سمیٹ لی اور بحمد اللہ تعالٰی اسے اہم رسالے کی صورت میں الگ کردیا، گفتگو کی تکمیل اور مقصد کے پورا کرنے کے لیے اس جگہ اس کے لاحق کرنے کا فیصلہ کیا، اور وہ رسالہ یہ ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالٰی مالک انعام کے لیے۔(ت)